حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ اور سبق

محمد صابر حسین ندوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام جد الانبیاء ہیں، وہ امت مسلمہ کے لئے بھی اسوہ قرار دیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں بڑی آزمائش اور تنگ و دو رکھ دی تھی؛ لیکن آپ نے ان سب امتحانات کو عبور کیا، کفار و مشرکین کے درمیان رہ کر، ایک کافر، بت تراش اور صنم فروش کے گھر میں پرورش پا کر بھی وعدہ لا شریک کی راہ نہ بھولے، اجتہاد و کوشش کی، عالم انسانی پر عقل صرف کی، خالق و مالک کے سامنے ہدایت و رشد کی گہار لگائی اور پھر صراط مستقیم کو پالیا؛ بلکہ وہ اس راستے پر اس طرح جم گئے کہ محبوب الٰہی قرار پائے، انہیں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور خاص قربت نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی آل و اولاد میں برکت عطا کی، انسانی نسلوں میں انبیاء و رسل کے تسلسل کو ان کے صلب سے خاص تعلق ہے، خود نبی اکرم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ ہی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں، یہ اعزاز کسی دوسرے کے حصے میں نہیں، قرآن مجید نے آپ علیہ السلام کے بہت سے واقعات اور اسباق محفوظ کئے ہیں، ایک خاص واقعہ کے تناظر میں چند آیتیں اور اس پر استاذ گرامی قدر، فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ کی تفسیر قابل مطالعہ ہے، جس میں شرک سے نفرت کی انتہا اور بیزاری پائی جاتی ہے، دنیا کے تمام نام نہاد خداؤں سے کٹ کر ایک رب کے آستانے پر سر تسلیم خم کر دینے کی دعوت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَ قَوْمِہٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ، اَئِفْکًا اٰلِہَۃً دُوْنَ اللّٰہِ تُرِیْدُوْنَ، فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ، فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْہُ مُدْبِرِیْنَ." (صافات ۸۵ : تا ۹۰)

ترجمہ : "جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا : تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کے سوا من گھڑت معبودوں کو چاہتے ہوں؟ تم نے تمام جہان کے رب کے بارے میں کیا گمان کر رکھا ہے؟ پھر انھوں نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، اور کہا : میں تو بیمار ہوں، چنانچہ وہ لوگ ان کو چھوڑ کر واپس ہو گئے۔"

یعنی خاص تہوار کے موقع پر لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعوت دی یا بعض روایات کے مطابق بادشاہ کی طرف سے ان کو دعوت پہنچی کہ وہ کل منعقد ہونے والے تہوار کے میلے میں شریک ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میلے میں شریک ہونے سے گریز کیا اور اس کے لئے ایک خاص تدبیر اختیار کی؛ تاکہ لوگ ان کے چلنے پر اصرار نہ کریں۔

اس سلسلے میں قرآن مجید کا یہاں جو بیان ہے، اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں : ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پر ایک نظر ڈالی، اس سلسلے میں یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ جب آدمی کسی تفکر میں مبتلا ہوتا ہے تو عام طور پر وہ کسی چیز کو گھور کر اور ٹکٹکی لگا کر دیکھتا ہے، خاص کر رات کے اندھیرے میں چمکتے ہوئے ستاروں پر اس کی نظر ٹھہر جاتی ہے، گویا اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے فکر مند ہو گئے کہ اس دعوت کو کس طور پر ٹالا جائے؟

آخر ان کو ایک تدبیر سمجھ میں آئی اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا : میں بیمار ہوں، بیماری ظاہر کی بھی ہوتی ہے اور باطن کی بھی، جسم کی بھی ہوتی ہے اور دل کی بھی، پیغمبر جس کی زندگی کا مشن اللہ کی توحید کی طرف بلانا ہوتا ہے، وہ جب مشرکانہ افعال کو اور اس پر لوگوں کے اصرار کو دیکھتا ہے تو اسے بے حد رنج پہنچتا ہے اور اس کا دل دکھی ہو جاتا ہے، اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا : میں تو بیمار ہوں، بیمار ہونے سے آپ کی مراد وہ تکلیف تھی، جو مشرکین کے طرز عمل کو دیکھ کر ہو رہی تھی، لوگوں نے اسے جسمانی بیماری خیال کیا اور اس وجہ سے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا، اس کو عربی زبان میں "توریہ" کہتے ہیں، یعنی کسی بات کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر کوئی اور مفہوم مراد لینا کہ سننے والا اس کا الگ مطلب سمجھے اور کہنے والے کو جھوٹ بولنے کی نوبت نہ آئے؛ چوں کہ یہ بات مخاطب کی سمجھ کے لحاظ سے جھوٹ نظر آتی ہے، اسی لئے حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو کذب یعنی جھوٹ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، (بخاری، کتاب الأنبیاء، حدیث نمبر ۳۱۷۹ :)

اس واقعہ سے دو شرعی مسائل بھی معلوم ہو گئے، ایک یہ کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شریک ہونا جائز نہیں، دوسرے : ظلم سے بچنے کے لئے یا کسی اور جائز مصلحت کے تحت توریہ کیا جا سکتا ہے کہ اس انداز پر کوئی بات کہی جائے کہ سننے والا غلط فہمی میں پڑ جائے اور کہنے والے کو جھوٹ بولنے کی نوبت نہ آئے، یہ تو بہتر طریقہ ہے؛ لیکن ظلم سے بچنے اور مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے خود جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الکذب، حدیث نمبر ۲۶۰۵ : دیکھئے : آسان تفسیر قرآن مجید)

7987972043

بعد از موت

موت ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ یہ وعدہ خلافی بھی نہیں کرتی۔ انسان میدان جنگ میں ہو یا محصور قلعے میں، زمین کی تہوں میں جا چھپے یا آسمان کی وسعتوں میں ڈیرا جمالے، حالت امن میں ہو یا حالت جنگ میں، صحت مند جوان رعنا ہو یا بڑھاپے کی سرحد کو پہنچا ہوا کمزور و نحیف ہڈیوں کا ڈھانچہ، مقرب خدا بندہ ہو یا شیطان کا ولی، غرض ہر ایک کشاں کشاں اپنے رب سے ملاقات کی اور بڑھ رہا ہے:

'تم جہاں بھی ہو گے، موت تمہیں جا پکڑے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ رہ رہے ہو۔" (النساء ۷۸ :)

مولانا روم نے 'مثنوی' میں کیا خوب لکھا ہے

چوں قضا آمد طبیب ابلہ شود
آں دو دار نفع خود گمرہ شود

(جب وقت قضا آتا ہے تو طبیب (ڈاکٹر) بھی بے بس ہو جاتا ہے۔ نفع دینے والی دوا بھی تب بے اثر ہو جاتی ہے۔)

ہمیں موت کا خوف نہیں بلکہ اس کا شعور پیدا کرنا چاہیے۔ اس دنیا میں انتخاب ہو رہا ہے اصل زندگی (جنت) کو آباد کرنے والوں کا۔ موت سے بڑھ کر ہمارا کوئی محافظ ہی نہیں اور زندگی و موت کی کشمکش میں فاتح ہمیشہ موت ہی رہی ہے۔ زندگی سے قبل موت ہی لکھی جاتی ہے۔ ہم ایسی شاہراہ پر محو سفر ہیں جس کی منزل ازل سے ہی طے ہے۔ یہ وہ تیر ہے جو اپنے ہدف پر لگنے کے لئے نکل پڑا ہے۔ موت اللہ کے رحم کا ہی حصہ ہے اس لئے مرنے والے کو 'مرحوم' کہا جاتا ہے۔ قبر کا مرحلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے امتحان کے بعد ایک سکوت اور خاموشی ہوتی ہے۔ روح فرشتوں کی تحویل اور نگرانی میں ابدی حیات کے انتظار میں رہتی ہے اور جسم آہستہ آہستہ مٹی کی 'بھوک' مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا ہے : 'ابن آدم کے بدن کو زمین کھا جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کو، اسی سے پیدا ہوا ہے اور حساب کے دن اسی سے پیدا کیا جائے گا۔' (موطا امام مالک ؛ باب 'جامع الجنائز'، رواہ ابی ہریرہؓ)

نتائج کے لئے محشر میں ہمارا قیام ہوگا اور یہ وہ دن ہے جس دن کفار کو علم ہوگا کہ اس قیام سے بدر جہا بہتر ان کے لئے موت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت جب ان کی روح کا وصال ان کے جسم سے ہوگا اور اپنے اعمال کا بدلہ جہنم کی صورت میں دیکھیں گے اور چکھیں گے تو وہ پکار اٹھیں گے، آہ و بکا کریں گے اور مالک (داروغہ جہنم) سے فریاد کریں گے کہ اللہ سے ہمارے لئے موت کا ہی سوال کرو تاکہ جہنم کی ان سختیوں سے خلاصی ہو:

'وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے تو اچھا ہے۔' (الزخرف ۷۷)

قرآن نے زندگی اور موت کے سلسلے کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ عالم نفوس، عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم حشر۔ اللہ فرماتا ہے:

ڈاکٹر امتیاز عبد القادر

'لوگو! تم اللہ کے منکر کس طرح ہوتے ہو، دراں حالیکہ تم مردہ تھے، تو اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر وہی مارتا ہے، اس کے بعد زندہ بھی وہی کرے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔' (البقرہ ۲۸)

قرآن نے ایک اور مقام پر واضح کیا ہے کہ دو زندگیاں اور دو موت ہیں۔ جس سے معلوم پڑتا ہے کہ قبر میں اس طرح کی زندگی نہیں دی جاتی جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں۔ اگر موت کے متصل بعد ہی قبر کے اندر جسم کو روح لوٹا دی جاتی ہے تب یہ تین زندگیاں اور تین موت ہوئیں جو کہ قرآن کے بیان سے صاف ٹکراتا ہے۔ مجرمین کو روز حساب جب ان کے اعمال دکھائے جائیں گے اللہ اس لمحے کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

'وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے، تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟' (غافر ۱۱)

دنیا میں بھیجا جانے والا انسان درحقیقت آخرت کا مسافر ہے۔ انسان کی اصل شخصیت کو جسے قرآن میں 'نفس' سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو انسان کے جسمانی وجود سے بالکل الگ ایک مستقل وجود ہے، اسے جب جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے، اسی کا نام موت ہے۔ اس کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر ہے جس کے ماتحت فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔ جسم خاکی ہے، ایک 'لباس' جسے 'نفس' نے پہنا ہے۔ یہ لباس موت کے وقت اتارا جاتا ہے اور اپنی اصل یعنی خاک کو لوٹایا جاتا جہاں یہ جسم خاک میں پنہاں ہو جاتا ہے۔ اس موت کے بعد سفر آخرت میں جس مرحلے سے انسان کا گزر ہوتا ہے، اسے برزخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ فارسی لفظ 'پردہ' کا معرب ہے اور اس حد فاصل کے لئے استعمال ہوا ہے، جہاں مرنے والے قیامت تک کے لئے رہیں گے۔ یہ گویا ایک روک ہے جو انہیں واپس آنے نہیں دیتی۔ عالم برزخ کی اصطلاح اسی سے وجود میں آئی ہے۔ اس میں انسان زندہ ہوگا لیکن یہ زندگی جسم کے بغیر ہوگی البتہ روح کے مشاہدات، تجربات، احساسات اور شعور کی کیفیت ایک خواب کی سی ہوگی اور قیامت کے صور سے اس کیفیت سے تمام مردے نکل اٹھیں گے اور میدان حشر میں جسم و روح کے ساتھ دوبارہ کھڑے ہو جائیں گے۔ مرنے کے بعد جب کچھ لوگ اس دنیا میں واپس لوٹنے کی تمنا کریں گے تو انہیں کہا جائے گا:

'ہرگز نہیں، (یہ نہیں ہو سکتا) یہ تو ایک (حسرت بھرا) کلمہ ہے جسے وہ کہے گا، وگرنہ ان کے آگے ایک پردہ ہے، اُس دن تک کے لئے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔' (المومنون ۱۰۰)

موت کے بعد جو سفر شروع ہوگا، اس میں روح پر کیا گزرتی ہے؟ قرآن و حدیث کے غائر مطالعہ سے جو تصویر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ روح کو اُس وقت تک کے لئے ایک خاص دنیا میں رکھا جاتا ہے جب تک کہ پوری انسانیت کی زندگی اور ان کی جزا و سزا کا مرحلہ نہیں آجاتا۔

شہدائے احد کی ارواح کے بارے میں قرآن ہمیں مطلع کرتا ہے کہ:

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم یُرزقون

'راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا، وہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں رزق پا رہے ہیں۔' (ال عمران ۔ ۱۶۹)

سورۃ المومنون میں روح اللہ سے مکالمہ کرتے ہوئے کہتی ہے، 'رَبِّ ارجِعُونِ' اے میرے رب مجھے لوٹا دے۔' اس کے جواب میں 'کلّا' (ہرگز نہیں) اسی روح کو کہا جاتا ہے۔ نیز عذاب قبر کے حوالے سے قرآن میں جو اشارہ ملتا ہے اس کے لئے فرعون والے فرعون کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ ان کی ارواح کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے:

النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب

'دوزخ کی آگ ہے جس پر صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور قیامت کے دن فرشتوں کو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو جہنم کے بدترین عذاب میں داخل کر دو۔' (غافر ۴۶)

عالم برزخ (قبر) میں نیک ارواح پر جو حالات وارد ہوتے ہیں، اس کے بارے میں احادیث میں بھی اشارے ملتے ہیں۔ کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل بن کر جنت کے درخت سے لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ روز جزا کے دن پھر اس کو لوٹا دے گا اور کھڑا کرے گا۔' (موطا امام مالک ؛ باب 'جامع الجنائز')

ثواب و عذاب قبر کی یہ دو مثالیں ہیں جو قرآن و حدیث نے واضح کی ہیں۔ قرآن میں عالم برزخ کے حوالے سے انہی اشارات پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ معاد یعنی زندگی بعد موت یا جزا و سزا کے دن کے بارے میں قرآن کا بہر صفحہ مملو ہے۔ قیامت کا وقوع اور حشر میں تمام بنی نوع انسان کا حساب و کتاب، قرآن کا غالب موضوع ہے۔ عالم برزخ (قبر) کے احوال کے بارے میں 'دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ' بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان کے ایک مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

'اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نیک ارواح کا اصل مستقر 'علیین' ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں)، بد ارواح کا اصل ٹھکانا 'سجین' ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اس خاص تعلق کا نام 'برزخی زندگی' ہے۔ جس طرح نور آفتاب سے زمین کا ذرہ چمکتا ہے، اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ 'زندگی' سے منور ہو جاتا ہے۔۔۔

کچھ اذہان سوچتے ہیں کہ کیا ہم محشر میں اسی شکل و صورت کے ساتھ اٹھائے جائیں گے؟ کیا ہم ایک دوسرے کو پہچانیں گے؟ قرآن بتاتا ہے کہ ہاں یہی شکل و صورت، یہی قالب ہوگا، جو 'شخصیت' (روح) بطور امانت فرشتوں کی تحویل میں تھی، وہ اسی قالب میں لوٹا دی جائے گی۔ یہی خاندان اور برادریاں ہوں گے۔ ہم ایک دوسرے کو ایسے ہی پہچانیں گے۔ ایسا نہ ہو تو پھر سوال و جواب، جزا و سزا چہ معنی دارد؟ انسان اس دنیا میں لامحدود خواہشات لے کر آتا ہے، جو اس محدود دنیا میں پورے ہونا ناممکن۔ اس کے لئے لامحدود دنیا ہی درکار ہے جو کہ محشر کے بعد ہی عطا ہوگی، وہاں وقت اور عمر کی رفتار 'رک' جائے گی۔ زمین و آسمان نئے نوامیس و قوانین سے بدل دئے جائیں گے۔ (ابراہیم ۴۸ :) وہاں کوئی بوڑھا ہوگا اور نہ ہی موت ہی آئے گی۔ لامحدود دنیا میں لامحدود خواہشات کا سامان فراہم کیا جائے گا۔ حقیقت آشکارا ہو جائے گی، اس لئے غم ہوگا نہ کوئی خوف۔

خیرے کُن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند
(شیخ شیرازی)

کیا کورونا کے دوران لگی پابندیاں مجبوریاں بن گئی ہیں؟

ملک کے پسماندہ، غریب، مزدور اور مظلوم طبقہ کے لئے سوائے تعلیم کے کوئی ایسا ہتھیار نہیں ہے جو مستقبل کی پریشانیوں اور آزمائشوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا، اس پہلو کا ہم سب کو بہت گہرائی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ مارچ 2020 میں جب ملک میں کورونا وائرس نے شدت اختیار کی تو دیگر مقامات کے ساتھ ساتھ اسکول کالج بھی پوری طرح بند کر دئے گئے تھے۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ عالمی وباء نے تمام شعبہ زندگی کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اس دوران سب سے زیادہ جس شعبہ کو نقصان پہنچا ہے وہ ہے شعبہ تعلیم۔ جس کا

رخسار کاظمی

خمیازہ سب سے زیادہ طلباء برادری نے ہی کیا ہے۔ کیونکہ اس تیز رفتار اور ترقی یافتہ دور میں تقریباً دو یا اس سے بھی ذائد عرصہ تک تعلیمی سلسلے کا مکمل طور پر رک جانا یہ واقعہ ہی ایک بہت بڑا تعلیمی وقفہ ہے۔ جبکہ اس کی بر پائی با آسانی ہوتی ہوئی دور دور تک نظر نہیں آرہی ہے۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ کرونا سنکٹ میں آن لائن تعلیم کا رواج عام ہوا۔ جبکہ سرکار نے بذات خود آن لائن تعلیم کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کیا اور بڑے پیمانے پر اسے بڑھاوا دینے کیلئے مختلف اقدامات کئے۔ جن کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

مگر زمینی حقائق کو اگر دیکھا جائے تو آن لائن تعلیم سے ملک کے دور دراز علاقہ جات میں رہنے والے بچوں کو آٹے میں نمک کے برابر تک بھی فائدہ نہیں ہوا، کیونکہ اس ڈیجیٹل دور میں جہاں ہم ایک ڈیجیٹل ٹکنالوجی میں میلوں کا سفر طے کر چکے ہیں لیکن اسی ملک کے درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں علاقے آج بھی انٹرنیٹ اور برقی سہولیات سے پوری طرح محروم ہیں۔ جہاں صرف انٹرنیٹ ہی نہیں بلکہ نٹ ورک تک بھی کام نہیں کرتا ہے۔ تاہم ان علاقوں میں آن لائن تعلیم محض ایک خواب تھا جو پورا تو ہوا نہیں بلکہ اس دوران دیگر مسائل پیدا ہو گئے جس میں سب سے بڑا مسئلہ ڈراپ آوٹ کا رہا ہے کیونکہ کرونا سنکٹ میں جب تمام شعبہ زندگی متاثر ہوئے، لمبے عرصے تک چلنے والے لاک ڈون نے تمام تجارتی سرگرمیوں کو ٹھپ کر دیا تو جوں ہی لاک ڈون کی پابندیاں ہٹائی گئی، مہنگائی گویا آسمان کو چھونے لگی۔ آشیاء خوردنی سے لیکر پٹرول اور ڈیزل تک کے داموں میں بے تحاشہ آضافہ ہوا۔ جس سے گاڑیوں کا کرایا دوگنا ہو گیا۔ جبکہ اس دوران حکومت نے وائرس کے پھیلاؤ کو کم کرنے کے لئے مختلف احتیاطی تدابیر لاگو کی۔ جن میں محکمہ نقل و حمل کی جانب سے گاڑیوں میں سفر پر مسافروں کی تعداد پر بھی مکمل پابندی لگائی یعنی کہ وہ سیٹ جس پر دو سواریاں (مسافر) بیٹھ سکتی تھی وہاں ایک سواری بٹھانے کا حکم لاگو ہوا۔ وہیں اس دوران ڈرائیور حضرات نے سواریوں سے کرایا دوگنا لینا شروع کر دیا۔

خیر کرونا کہ پیش نظر یہ سلسلہ جاری رہا۔ ٹرانسپورٹر حضرات اپنی من مانی کا کرایا بٹورتے رہے، اس دوران تو لوگوں نے کرونا کہ چلتے اس مسئلے کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کرونا کی آخری لہر جو کہ مئی 2021 میں عروج پر تھی اس کے بعد سے لیکر آج تک تقریباً یہ سلسلہ کنٹرول میں ہی ہے۔ کرونا کیسوں کی تعداد میں بہت حد تک گراوٹ آئی ہے یعنی کہ اب روز مرہ کیسیز کی تعداد پہلے کے مد مقابل بہت حد تک کم دیکھنے کو مل رہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جائے کہ روزمرہ زندگی معمول پر آچکی ہے تمام تر تعلیمی ادارے کھل چکے ہیں لیکن وہیں باوجود اس کے گاڑیوں کا کرایا جوں کا توں ہے، یعنی کہ وہ ہی دوگنا کرایا آج بھی لیا جا رہا ہے۔ جس کا سیدھا اثر طلباء برادری پر پڑ رہا ہے۔ گاڑیوں کے بڑھتے کرائے کی وجہ سے کرونا کے سنکٹ میں بے روزگار ہوئے کئی والدین نے اپنے بچوں کو اسکول جانے سے ہی روک لیا ہے کیونکہ وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کی خاطر گاؤں سے شہروں کی طرف جاتے ہیں انہیں نجی پبلک ٹرانسپورٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اب کرایا اتنا ہو گیا ہے کہ غریب طلباء کرایا ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

اس کی ایک مثال یوٹی جموں و کشمیر کے تحت سرحدی ضلع پونچھ کے گاؤں بانڈی چیچیاں کی کچھ طالبہ ہیں۔ گاؤں قصبہ کی رہنے والی رخسانہ کوثر بتاتی ہیں کہ وہ تین بہنیں اور دو بھائی ہیں اور سب کے سب پڑھ رہے تھے۔ مگر کرونا کی وجہ سے کرایا دوگنا ہو گیا اور انہیں اپنی پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ رخسانہ جو کہ پونچھ ڈگری کالج سے بی اے کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور ہر جماعت میں اچھے نمبرات سے پاس ہوتی رہی۔ مگر گاڑیوں کا کرایا دوگنا ہونے کی وجہ سے کالج چھوڑنا پڑا۔ وہیں آسیا اور سائمہ (بدلہ ہوا نام) کا کہنا ہے کہ گاڑیوں کا کرایا بڑھنے کی وجہ سے ان کو مالی طور پر بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ کرونا سے پہلے 20 روپے آنے جانے کا کرایا ہوتا تھا۔ جو بڑھ کر اب 40 روپے ہو گیا ہے جس کی وجہ سے روز اسکول نہیں جا پاتی ہیں، کیونکہ ان کے والدین اتنا خرچ نہیں اٹھا پاتے ہیں۔ سائمہ کہتی ہیں کہ جب انہوں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ آدھا کرایا دے گی تو ڈرائیور نے سب کے سامنے اس کی تذلیل کرتے ہوئے کہا یا تو پورا کرایا دو یا گاڑی پہ مت آؤ۔ وہ کہتی ہیں اس کے بعد میں مجبوراً آدھے راستے کا سفر کر کے آدھا کرایا دے کر آتی تھی اور آدھا راستہ پیدل سفر کرتی تھی تاکہ اپنی پڑھائی جاری رکھ سکوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کرونا بیماری پر قابو تو کسی حد تک پایا جا چکا ہے مگر محکمہ نقل و حمل آج تک گاڑیوں کے کرائے پر قابو نہیں پا سکا۔ ڈرائیوروں کی من مانی اور بد سلوکی سے پریشان کئی طلباء و طالبات نے اپنا نام مخفی رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں کافی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ جبکہ طلباء کا اس سلسلہ میں محکمہ نقل و حمل کو یہ کھلا پیغام ہے کہ ٹریفک قوانین کے مطابق طلباء سے نصف کرایا لینے کے لئے احکامات صادر کئے جائیں تاکہ ہم اپنی پڑھائی جاری رکھ کر ملک و قوم کی خدمت کر سکیں۔ (چرخہ فیچرس)

وضاحت : اِس شمارے میں شامل اشاعت، مضامین، تبصروں وغیرہ سے اِدارے کا کلی یا جُزوی طور متفق ہونا لازمی نہیں۔۔۔۔ اِدارہ
کالم نویس / قلمکار اپنے کالم / مراسلے lazawaljammu@gmail.com پر ارسال کریں